ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فکرِ اقبالؒ کی عصری معنویت: تہذیبی و فکری تناظر میں

(URDU TRANSLATIONS OF WORLD SHORT FICTION IN SAHIFA: A STUDY OF STRUCTURE, QUALITY, AND TRENDS)

ڈاکٹر سید ندیم جعفر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

Email: drnadeemjafar@outlook.com

ڈاکٹر اسد محمود خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ اردو/انٹرنیشنل ریلیشنز

منہاج یونیورسٹی، لاہور

Email: assadphdir@gmail.com

Abstract:

This research article explores the contemporary relevance of Allama Muhammad Iqbal's thought through a cultural and intellectual lens. In an era marked by globalization, technological advancement, identity crises, and sociopolitical polarization, Iqbal's philosophy offers timeless insights into selfhood, moral awakening, and collective transformation. The study analyzes how Iqbal's ideas on Khudi (self-realization), spiritual freedom, human dignity, and cultural plurality serve as a constructive framework for addressing present-day global challenges. Employing a qualitative and interpretive methodology, the article draws upon Iqbal's poetry, prose, and speeches, along with critical readings by scholars of Iqbaliyat. The findings reveal that Iqbal's vision emphasizes dynamic thought, educational reform, and creative engagement with tradition—principles that resonate deeply in today's intellectually fragmented and morally complex world. Furthermore, his call for inner awakening and societal justice offers a profound counter-narrative to materialism and ideological extremism. This article underscores the urgency of revisiting and reinterpreting Iqbal's legacy in order to foster intercultural understanding, critical consciousness, and ethical leadership in the twenty-first century.

Key Words: Iqbal, Contemporary Relevance, Selfhood, Spirituality, Cultural Perspective, Social Justice

(ملخص)

یہ تحقیقی مضمون علامہ محمد اقبالؒ کی فکر کی عصری معنویت کو تہذیبی و فکری تناظر میں جانچنے کی کوشش کرتا ہے۔ عصرِ حاضر میں جب دنیا عالمیّت، تکنیکی انقلابات، شناختی بحران، اور سماجی و سیاسی انتشار کا شکار ہے، ایسے میں فکرِ اقبالؒ ایک ایسا فکری سرمایہ فراہم کرتی ہے جو خودی، اخلاقی بیداری، اور اجتماعی تبدیلی کے اصولوں پر مبنی ہے۔ اس مطالعے میں خاص طور پر اقبال کی "خودی"، روحانی آزادی، انسانی وقار، اور ثقافتی تنوع سے متعلق نظریات کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ یہ دیکھا جا سکے کہ وہ موجودہ عالمی چیلنجز کے حل میں کس حد تک رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔ یہ تحقیق کیفیاتی اور تعبیراتی طریقِ کار پر مبنی ہے، جس میں اقبال کی شاعری، نثر اور خطبات کو بنیاد بنایا گیا ہے، ساتھ ہی ساتھ اقبالیات کے ممتاز ناقدین کی آرا کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کا پیغام جامد تقلید کے بجائے متحرک فکر، تعلیمی اصلاحات، اور تخلیقی روایت سے مکالمہ کرنے پر زور دیتا ہے جو کہ آج کے فکری انتشار اور اخلاقی پیچیدگیوں سے بھرے دور میں نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

کلیدی الفاظ: فکرِ اقبال، عصری معنویت، خودی، روحانیت، تہذیبی تناظر، عدلِ اجتماعی، فکری احیا، عالمی چیلنجز

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

فکرِ اقبالؒ کی عصری معنویت: تہذیبی و فکری تناظر میں

(1)

فکر کیا ہے! دھیان، خیال اور تدبیر؛ غور و خوض، سوچ بچار اور تفکر،؛ مراقبہ، استغراق اور محض اللہ سے لو؛ رائے، خیال اور عندیہ؛ ایک ایسا ذہنی عمل جو وہموں، توہمات اور خدشات کو یکسر رد کر کے ایک عمیق نظر، مُطہّر خیال یا کسی دَقیق نکتہ کی گہرائی کی سمت سفر کرے؛ کسی خیال یا کسی اقدام کی تصوریت، یا پس پیش حالات یا اصولوں کی بنیادی سمجھ کا قضیہ؛ کسی منصوبے یا خیال کی تشکیل یا وضع کاری دراصل فکر و تفکر کی صورتوں کا معاملہ ہے۔ زینوفینز (Xenophanes) لکھتا ہے(1):

"طاقت، مادی قوت کا نام نہیں بلکہ سننے، دیکھنے، سوچنے کی صلاحیت اور اپنے تفکر سے دنیا کو مسخر کرنے کا نام ہے۔"

یونانی فلسفی ارسطو(2) نے فکر و تفکر کے حامل شخص سے مکالمہ کرتے ہوئے لکھا ہے :

"Be a free thinker and don't accept everything you hear as truth. Be critical and evaluate what you believe in "

مولانا رومیؒ(3) فرماتے ہیں:

"اپنے گرد و پیش کو زاویہ ہائے فکر سے دیکھنے کی کوشش کرو اور خاموشی و تدبر سے سفر جاری رکھو۔"

بے شک سننے، دیکھنے، سوچنے اور اپنے تفکر سے دنیا کو مسخر کرنے اپنے چناو میں مدلل سوش بچار سے کام لیتا، زاویہ ہائے فکر سے دیکھنے کی کوشش کرتا اور خاموشی و تدبر سے سفر جاری رکھتا ہے تاکہ خود شناسی اور فلسفیانہ تفکر کا حصول ممکن کر پائے۔ کوپر(4) لکھتا ہے:

"Once he had achieved it, he could use his hard-won wisdom, no doubt not without continued philosophical thinking and philosophical self-direction, to organize and lead his life. "

اینٹل(5) نے اپنی کتاب "لیڈر شپ رائٹنگ" میں ارسطو کا حوالہ دے کر لکھا ہے:

"خود شناسی، تفکر و تدبر کی سمت پہلا قدم ہے۔"

نتیجتاً کہا جا سکتا ہے کہ فکر، شعور، لاشعور اور تحت الشعور کی تکوین کے مرکزے سے پھوٹتی روشنی، فہم اور ادراک کی وہ باریک لکیر ہے جو متنوع الزویہ خیالات، رجحانات اور میلانات کے بیچوں بیچ تعمیر کی صورت پیدا کرتی ہے۔ فکر کی پرورش کہاں ہوتی ہے۔۔۔ سماج کی وابستگی، مزاج کی وارفتگی اور خیال کی روئیدگی کے درمیان جنم لینے والی خواہش، کوشش اور عمل پیہم کی تصویر۔۔۔ عَقل و خِرَد اور فکر کی پرورش کا سامان کرتی ہے جب کہ خود شناسی سمت کا تعین کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرتی ہے۔

(2)

فکر اقبالؒ کیا ہے! خدا کا یقین جو ایک غیر مقید، حدود و قیود سے ماورا، حقیقتِ مُطلقہ کی مظہر ذاتِ بے نیاز؛ خدا کے محبوب رسول ﷺ کی محبت، نسبت رسول ﷺ اور فیضانِ رسالت ﷺ کی بختاوری؛ بحرِ قرآن میں غوطہ زنی اور جدتِ کردار، عالمِ موجُودات کی افضل تخلیق انسان اور انسانیت کے افکار؛ خودی، آرزو اور جستجو؛ عقل، عشق اور وجدان؛ جسم، روح اور نفس؛ جبر، اختیار اور تقدیر؛ علم، عمل اور آگہی؛ اقرار، انکار اور ارتقاء؛ شعور، شوق اور مقصودِ حیات؛ وجود، رموز اور ملت کا نصب العین؛ شعور، لاشعور اور تحت الشعور؛ سماج، مزاج اور خیال کی روئیدگی؛ خواہش، کوشش اور عمل پیہم کی تصویر؛ خود شناسی، عَقل و خِرَد اور فکر و تفکر چنیدہ افکارِ اقبالؒ ہو سکتے ہیں۔ خلیفہ عبدالحکیم(6) لکھتے ہیں:

"اقبالؒ کے افکار میں اتنا تنوع اور اتنی ثروت ہے کہ اگر اُس کے تفکر و تاثر کے ہر پہلو کی توضیح و تشریح اختصار سے بھی کی جائے، تو ہزارہا صفحات بھی اس کے لیے کافی نہیں، وہ مشرق و مغرب کے کم از کم سہ ہزار سالہ ارتقائے فکر کا وارث ہے۔"

سلیم(7)، "فکر اقبالؒ کے منور گوشے" میں رقم طراز ہیں:

"علامہ اقبالؒ محض شاعر نہ تھے بلکہ مفکر اور فلسفی تھے، ایسا مفکر جس نے اپنی فکر کی اساس بعض تصورات پر استوار کی اور ایسا فلسفی جس نے مشرقی فلسفے کی روایات اور اسالیب کو بدل کر رکھ دیا۔"

ڈاکٹر یوسف حسین خان(8) لکھتے ہیں:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"اقبالؒ کی طبیعت ایسی ہمہ گیر اور ہمہ جو تھی اور اس کی شخصیت میں ایسے مختلف عناصر جمع ہو گئے تھے جو عام طور پر کسی ایک شخص کی زندگی میں شاذ و نادر ہی ملتے ہیں۔ اس کے ذہن اور اس کی زندگی میں بلا کی وسعت تھی۔ اس کے جمال پرست اور حسن پرور دل نے اپنے تخیل کی گلکاریوں سے اپنی ایک الگ دنیا آباد کر لی تھی۔ اس دنیا کی خیالی تصویر میں اس نے اپنے جذبات کے موقلم سے ایسی رنگا رنگی اور تنوع پیدا کیا کہ انسانی نظر جب اس تصویر پر پڑتی ہے تو پھر ہٹنے کا نام نہیں لیتی۔"

اقبالؒ علم و عمل کو زندگی کی ضرورت اور حقیقت گردانتے ہیں۔ ان کے اندازِ فکر، طریقِ عمل، اور نظم و نثر کی زبان میں علم و دانش اور تحقیق و تجویز کے ماخذات موجود ہیں۔ اقبالؒ نے معاشرتی، سیاسی، اور دینی مسائل پر علمی روش اپناتے ہوئے ملی اور اجتماعی مسائل کا حل تلاش کیا اور بیان کیا۔ اقبالؒ کی علمی و ادبی جستجو اور فکر و تفکر کی لگن بارے ڈاکٹر رضی الدین صدیقی (9) لکھتے ہیں:

"ایک غیر معمولی ذہن اور مفکر اپنے خاص غور و فکر سے حاصل کردہ خیالات و تصورات کا محض ترجمان نہیں ہوتا بلکہ وہ انہیں اپنے آئینہ ءافکار میں منعکس کرتا ہے اور پھر اپنے ذاتی اصول و ایقان کی روشنی میں ایک جامع اور مرتب نظام دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ بالکل یہی کیفیت اقبالؒ کی ہے۔"

اقبالؒ کی نظر میں علم کی صورت بارے ہمدانی (10) "اقبالؒ ہر عہد کا شاعر" میں علامہ اقبالؒ کے ایک خط بنام خواجہ غلام حسین کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"علم سے میری مراد وہ علم ہے جس کا دار و مدار حواس پر ہے۔ عام طور پر میں نے علم کا لفظ انہی معنوں میں استعمال کیا ہے۔ اس علم سے ایک طبعی قوت ہاتھ آتی ہے جس کو دین کے ماتحت رہنا چاہیے اگر دین کے ماتحت نہ رہے تو محض شیطانیت ہے۔ "

خود علامہ اقبالؒ (11) "تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ" میں لکھتے ہیں:

"جیسے جیسے جہانِ علم میں ہمارا قدم آگے بڑھتا ہے اور فکر کے لیے نئے نئے راستے کھل جاتے ہیں۔"

جب کہ اسی صورت کو مس لوس کلاڈ میترے (12) نے "Pengantar ke Pemikiran Iqbal " (فکر اقبالؒ کا تعارف) میں بیان کرتے ہوئے لکھا:

"اقبالؒ کا یہ دعوی محض تعلی نہیں کہ بلاشبہ وہ ذاتی اپج رکھنے والا مفکر ہے۔ اپنے وسیع مطالعے اور وسیع تر ثقافتی آفاق کے باوجود اُن کے ہاں مستعار تصورات کی بازگشت نہیں سنائی دیتی۔"

علامہ اقبالؒ ایک ایسے صاحب ادراک اور باعمل فلسفی، شاعر اور مفکر تھے جنہوں نے مسلمانوں میں تنقیدی اور عملی سوچ کے رجحان کی داغ بیل ڈالی اور حوصلہ افزائی کی۔ ان کا خیال تھا کہ مسلم دنیا کو درپیش چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے مسلمانوں کو اپنے فکری ورثے کو دوبارہ حاصل کرنے اور آزادانہ سوچ میں مشغول ہونے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے ہمیشہ استدلال کیا کہ مسلمانوں کو اندھی روایت کی پیروی نہیں کرنی بلکہ اپنے ارد گرد کی دنیا کو سمجھنے کے لیے عقلی مشاہدات، علمی تحقیقات اور عملی اقدامات کو اپنانے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر عبدالحق (13) لکھتے ہیں:

"اقبالؒ ایک عظیم مفکر شاعر ہیں جس کی فکر، بصیرت اور وجدان سے آشنا ہے۔ ان کی شاعری تقدیر ساز ترانوں سے معمور ہے۔ اس میں عصری فکر کے ساتھ جوہری تاب و توانائی بھی ہے۔ فکر و شعر کا یہ مرکب کہیں اور بڑی مشکل سے نظر آئے گا۔ اور یہی اقبالؒ کی بلندی و برنائی ہے۔"

اقبالؒ کا خیال تھا کہ اسلام عقلی مشاہدات، علمی تحقیقات اور عملی اقدامات کو اپنانے کے لیے ایک مکمل لائحہ عمل مہیا کرتا ہے جو فکر و تدبر میں استدلال اور منطق کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔ اقبالؒ نے ہمیشہ اپنی شناخت کو برقرار رکھتے ہوئے جدید رجحانات، علمی ماخذات کو اپنانے کی ترغیب دی۔ اقبالؒ کا خیال تھا کہ افراد کو فکری اور روحانی طور پر ترقی کرنے کے لیے اپنے تجربات پر غور کرنے اور خود شناسی کی ضرورت ہے۔

(3)

فکر اقبالؒ اور بدلتی دُنیا کے تقاضے کیا ہیں! زمانے اور زمانے کی رفتار کا بدلاؤ، آنکھ کا چھپکا اور لحظوں کے ادل بدل میں الجھے منظر، جنگ اور جنگ و جدل کی ہولناکیاں؛ نیا طُور، نئے اطوار اور برقِ تجلّی کی جلوہ سامانیاں؛ زمیں، زماں اور چرخِ نیلوفری کی حشر سامانیاں؛ قوم، جمہور اور سرمایہ داری تباہ کاریاں؛ سماج، معاشرت اور ثقافت کے الجھاؤ؛ دین، مذہب اور جدیدیت کے ٹکراؤ؛ محنت اور سفارش، علمی وراثت اور جمہوری موروثیت، لاقانونیت، ناانصافی اور معاشرتی بے قاعدگیوں کے درمیان ایک فکر و تفکر اور عہدِ تازہ کی گنجائش بدلتی دنیا کے تقاضوں کی صورت دکھانے کو تیار دکھائی دیتی ہے۔ گستاؤ (14) نے بدلتی دنیا اور بدلتی دنیا کے تقاضوں کی سمت اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے:

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

"کچھ ایسا ہے کہ بہت عظیم اور طاقتور چیز ہم سے آگے نکل جانا چاہتی ہے۔ جو باتیں ہمارے تصورات کا حصہ تھیں، اں میں حقیقت میں بدل کر مزید شاندار اور فطری بنا دینا چاہتی ہیں۔ یہ سب کچھ بیک وقت جدید بھی ہے اور قدیم بھی۔ بادلوں کی طرح لطیف بھی اور سمندروں کی طرح وسیع بھی۔"

رحمان (15) اپنے مضمون "آج کی بدلتی دنیا اور درپیش چیلنج" میں رقمطراز ہیں:

"بلاشبہ آج دنیا میں گہری تبدیلیوں کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔ قدیم جغرافیائی و سیاسی حقائق کو آج بڑے بڑے تغیرات، انقلابات اور مد و جزر سے سابقہ درپیش ہے۔ نئی صف بندیاں، اتحاد، دوستیاں اور دشمنیاں تشکیل پا رہی ہیں۔ علاقائی طاقت کے نئے مراکز، چاہے عالمی نہ ہوں، کئی برسوں سے ظاہر ہو رہے ہیں اور اپنے وجود کا احساس دلانے کے لیے کوشاں ہیں۔"

عالم تغیر میں بدلاؤ، محورِ زیست ہوتا ہے البتہ بدلاؤ کا موجودہ عمل، معیار اور مقدار جہاں انسانی کوشش و کاوش کی سمت کا تعین فراہم کرتا ہے وہاں آئندہ درپیش تقاضوں اور صورت حال کا اشارہ بھی دیتا ہے۔ بدلاؤ کے ممکنات، اختیارات اور اشارات حیاتِ انسانی کی اختیاری اور غیر اختیاری صورتوں کے درمیان ایک باریک لکیر جیسی ہوتی ہے جہاں نتائج امکانی حدود کو چھونے کی کوشش میں ہوتے ہیں۔ فاروقی (16) لکھتے ہیں:

"مشرق و مغرب ہر طرف ایک چیلنج ہے۔ عالمی سیاست بڑی پیچیدہ ہو گئی ہے اور اس نے دنیا کو ایک ایسے مقام پر لا کر کھڑا کر دیا ہے جہاں پر مکمل تباہی اور بربادی ہے۔"

اکیسویں صدی کی دنیا ایک غیر معمولی تغیر و تبدل کے دور سے گزر رہی ہے، جہاں علمی، فکری، تہذیبی، اور تکنیکی سطح پر انسانی زندگی کے بنیادی سانچے تبدیل ہو رہے ہیں۔ گلوبلائزیشن، ڈیجیٹل انقلاب، مابعد جدیدیت، اور صارفیت (consumerism) جیسے عناصر نے انسان کی انفرادی شناخت، ثقافتی وابستگی، اور فکری استحکام کو بری طرح متاثر کیا ہے۔ انسان کا رشتہ نہ صرف اپنی روحانی بنیادوں سے کمزور ہوا ہے بلکہ وہ فکری تشخص کے بحران کا بھی شکار ہو چکا ہے۔ ایسے میں علامہ اقبالؒ کی فکر ایک نجات دہندہ نظریہ بن کر سامنے آتی ہے۔ اقبال کی شاعری اور نثر محض ادبی تخلیقات نہیں بلکہ ایک تہذیبی بیانیہ اور فکری احتجاج کی صورت اختیار کرتی ہیں، جو اس بدلتی دنیا کے جبر کے خلاف ایک مضبوط فکری دیوار کا کام دیتی ہیں۔ اقبال کا تصورِ "خودی"، جو ان کے فکر کا مرکزی ستون ہے، اس بحران کا براہِ راست جواب فراہم کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی وہ اندرونی جوہر ہے جو انسان کو محض حیوانی وجود سے بلند کر کے ایک باشعور، خود مختار اور تخلیقی ہستی بناتا ہے۔ جب دنیا انسان کو محض ایک "صارف"، "اعداد و شمار" یا "پیداواری اکائی" کے طور پر دیکھتی ہے، اقبال کا پیغام ہمیں انسان کے معنوی جوہر کی یاد دہانی کراتا ہے۔ آج کا انسان، جو میڈیا، ٹیکنالوجی، اور سرمایہ دارانہ ثقافت کے زیرِ اثر اپنی روحانیت اور فکری آزادی کھو بیٹھا ہے، اس کے لیے اقبال کی فکر ایک معنوی مرکز (spiritual anchor) مہیا کرتی ہے۔

اقبال نے جس تہذیبی تصادم کا ذکر کیا تھا، وہ آج زیادہ شدت سے درپیش ہے۔ مغرب کی سائنسی ترقی اور مادّی غلبہ ایک طرف ہے، اور مشرق کی روحانی جڑیں اور مذہبی اقدار دوسری طرف۔ اقبال نہ مغرب کی مطلق تردید کرتے ہیں، نہ مشرق کی اندھی تقلید، بلکہ وہ ایک تخلیقی امتزاج کے قائل ہیں جو کہ "عمل"، "تفکر"، اور "روحانی خودی" پر مبنی ہو۔ یہ پیغام آج کے فکری انتشار میں نہایت کارآمد ہے، کیوں کہ یہ انسان کو شناخت، وقار، اور معنویت کی سطح پر بحال کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اقبال کا فکر صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ پوری انسانیت کے لیے ایک اخلاقی اور فکری پیغام رکھتا ہے۔ وہ مغرب کے بحران کو بھی اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس سے مشرق کی غلامی کو، اور ان کا حل "انسان کے باطن کی بیداری" میں تلاش کرتے ہیں۔ آج جب دنیا سائنس، دولت، اور طاقت کے باوجود فکری اضطراب اور وجودی خلاء کا شکار ہے، فکرِ اقبال اس خلاء کو پر کرنے کا ایک متوازن، بامعنی اور روحانی امکان پیش کرتی ہے۔

اکیسویں صدی کا انسان شدید نوعیت کے وجودی بحران (Existential Crisis) کا شکار ہے۔ مغربی فلسفہ، جس نے انسانی فکر کو محض عقلیت (rationalism) اور تجربیت (empiricism) کی بنیاد پر استوار کیا، وہ روحانی معنویت کو فراموش کر چکا ہے۔ اس کے نتیجے میں انسان کی زندگی بے معنویت، اضطراب اور شناختی گمشدگی کا شکار ہو گئی ہے۔ اس کے برعکس اقبالؒ کا انسان ایک ایسا "مردِ مومن" ہے جو اپنی خودی کو پہچانتا ہے، جو باطن سے مضبوط، مقصد سے آشنا، اور عمل سے جُڑا ہوا ہے۔ اقبال خودی کو "خدا سے زندہ تعلق" سے جوڑتے ہیں، جو جدید الحاد (atheism) اور مادی پرستی کے مقابل ایک روحانی بیانیہ تشکیل دیتا ہے۔ اقبال کے نزدیک خودی کی تربیت تین مراحل پر مشتمل ہے: اطاعت، ضبطِ نفس، اور نیابتِ الٰہی۔ یہ تربیت فرد کو محض ذاتی نجات کی طرف نہیں لے جاتی بلکہ اسے معاشرتی سطح پر قیادت، خدمت اور جدوجہد کے لیے تیار کرتی ہے۔ آج جب دنیا انفرادی مفاد، مسابقت، اور خود غرضی کا شکار ہے، اقبال کا یہ ماڈل انسان کو ایک ایسے شعور کی طرف لے جاتا ہے جو "انسانیت" کے ساتھ وابستہ ہو، جو اپنے ہونے کو کسی اعلیٰ مقصد سے جوڑ سکے۔ خودی کا یہ نظریہ صرف مذہبی یا اخلاقی تعلیمات تک محدود نہیں بلکہ اس کا اطلاق تعلیم، سیاست، معیشت، اور ثقافت جیسے تمام شعبہ جات میں ممکن ہے۔ مزید یہ کہ، اقبال کا تصورِ خودی جدید نوجوان کے لیے ایک واضح نظریاتی بنیاد فراہم کرتا ہے۔ آج کا نوجوان، جسے بے شمار معلومات تو حاصل ہیں، لیکن فکر کی گہرائی اور اخلاقی سمت مفقود ہے، اس کے لیے اقبال کا پیغام "فکر و عمل" کا ایسا امتزاج ہے جو اسے نہ صرف فکری

ISSN E: 2709-8273
ISSN P:2709-8265
JOURNAL OF APPLIED LINGUISTICS AND TESOL
JALT

استحکام دیتا ہے بلکہ ایک مقصدِ حیات بھی عطا کرتا ہے۔اس تناظر میں اقبال کا تصورِ خودی عصرِ حاضر کے انسان کے لیے صرف فکری رہنمائی نہیں بلکہ روحانی نجات،اخلاقی قوت اور عملی بصیرت کا ایک ہمہ جہت نظریہ ہے۔

اقبالؒ کی فکر کی سب سے اہم خصوصیت اس کی جامعیت ہے۔وہ انسان کو محض عقلی یا مذہبی بنیادوں پر نہیں دیکھتے بلکہ ایک مکمل روحانی،اخلاقی اور فکری ہستی کے طور پر شناخت کرتے ہیں۔اقبال کا پیغام اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ جدید دنیا میں انسان کو صرف سائنسی ترقی یا اقتصادی خوشحالی نہیں چاہیے، بلکہ اسے وہ "معنویت" درکار ہے جو زندگی کو مقصد، تعلق اور وقار عطا کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اقبال کا تصورِ خودی،ان کا فلسفۂ تعلیم،ان کا تصورِ قیادت،اور ان کا جمالیاتی شعور آج کے نوجوان، معلم، مفکر اور قائد سب کے لیے یکساں طور پر اہمیت رکھتے ہیں۔ آج کی دنیا جہاں تہذیبی تصادم، مذہبی انتہا پسندی،اور نظریاتی پولرائزیشن کے مسائل سے دوچار ہے،وہاں فکرِ اقبالؒ ایک "تخلیقی مکالمہ (creative dialogue) "کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔اقبال نہ صرف مشرق اور مغرب کے درمیان ایک فکری پُل کا کردار ادا کرتے ہیں بلکہ وہ انسان اور خالق، فرد اور قوم، عقل اور عشق، مذہب اور دنیا کے درمیان توازن پیدا کرنے والے مفکر کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ان کی فکر ہمیں دعوت دیتی ہے کہ ہم دنیا کو صرف مفادات یا طاقت کے زاویے سے نہ دیکھیں بلکہ ایک "اخلاقی وجود" کے طور پر تعمیر کریں، جہاں عدل، مساوات، اور روحانیت جیسے اصول مرکزی حیثیت رکھتے ہوں۔آخر میں یہ کہنا بجا ہوگا کہ فکرِ اقبالؒ محض ماضی کی میراث نہیں بلکہ حال کی ضرورت اور مستقبل کا فکری حوالہ ہے۔یہ ایک ایسا فکری خزانہ ہے جو ہر اس فرد، قوم یا تہذیب کے لیے نجات دہندہ ہو سکتا ہے جو اپنے اندرونی شعور کو بیدار کرنا چاہتی ہے۔اقبالؒ کا پیغام ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ ہم محض ان کے اشعار کی جمالیات سے متاثر نہ ہوں، بلکہ ان کی فکر کو اپنے نظامِ تعلیم، سیاسی بصیرت، اخلاقی رویے اور روحانی ترقی میں عملاً شامل کریں۔یہی وہ راستہ ہے جو ہمیں فکری غلامی، تہذیبی زوال اور روحانی بے معنویت سے نجات دلا سکتا ہے۔

حوالہ جات:

1. مین، پال کلین، 2013ء، فلاسفی، لٹل فیلڈ۔امریکہ، ایڈمز میڈیا نک، ص11۔
2. اسٹیپوک، ولادیمیر، 2021ء، کیا خدا ہے؟، یو کے، اسسٹنٹ ون پبلیشرز، ص79۔
3. رومیؒ، مولانا جلال الدین، 1995ء، The Essential Rumi، مترجم: آربیری، آرتھر جان، نیویارک، ہارپر کولنز پبلشنگ کمپنی، ص24۔
4. کوپر، جان ایم، 2012ء، حکمت کے حصول، انگلینڈ، پرنسٹن یونیورسٹی پریس، ص49۔
5. اینٹل، جون ایف، 2021ء، لیڈر شپ رائزنگ، پنسیلوانیا، کیس میٹ پبلشنگ کمپنی، ص8۔
6. عبدالحکیم، خلیفہ، 1988ء، فکر اقبالؒ، لاہور، بزم اقبالؒ، ص729۔
7. اختر، سلیم، 1977ء، فکر اقبالؒ کے منور گوشے، لاہور، سنگ میل پبلی کشنز، ص7۔
8. خاں، ڈاکٹر یوسف حسین، 1944ء، روح اقبالؒ، حیدر آباد (دکن)، ادارہ اشاعت اردو، ص17۔
9. صدیقی، ڈاکٹر رضی الدین، 1944ء، مقدمہ بشمولہ "روح اقبالؒ"، خاں، ڈاکٹر یوسف حسین، حیدر آباد (دکن)، ادارہ اشاعت اردو، ص7۔
10. ہمدانی، صفدر، 2007ء، اقبالؒ ہر عہد کا شاعر، لندن، اقبالؒ اکیڈمی اسکینڈینیویا، ص1۔
11. اقبالؒ، علامہ محمد، 1992ء، تشکیل جدید الہیاتِ اسلامیہ، مترجم: سید نذیر احمد، دہلی، اسلامک بک سنیٹر، ص40۔
12. میترے، مس لوس کلاڈ، 1979ء، مترجم: اختر، سلیم، لاہور، سنگ میل پبلی کشنز، ص61۔
13. الحق، ڈاکٹر عبد، 1989ء، فکر اقبالؒ کی سرگزشت، دہلی، شعبہ اردو۔دہلی یونیورسٹی، ص9۔
14. گستاؤ، ژاں ماری، 2012ء، مشمولہ: بدلتی دنیا اور پیاسا تعلیمی عمل، چشتی، انیس، مہاراشٹرا، مرزا ور لڈ بک ہاؤس، ص24۔
15. رحمان، خالد، 2011ء، آج کی بدلتی دنیا اور درپیش چیلنج، مشمولہ: ماہنامہ عالمی ترجمان القرآن، لاہور، الابلاغ ٹرسٹ، ص75۔
16. فاروقی، ضیاء الحسن، 1984ء، اسلام اور بدلتی دنیا، دہلی، ذاکر حسین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ص36۔